8

خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے گُر

(فرمودہ 30 مارچ 1951ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''مذہب کی بنیاد یا یوں کہو کہ مذہب کے عملی حصہ کی بنیاد محبتِ الٰہی پر ہے جسے عام اصطلاح میں تعلق باللہ کہتے ہیں۔ ''علق'' کے معنے چمٹ جانے کے ہیں اور چمٹنے والی چیز کو علقہ کہتے ہیں۔ گویا تعلق باللہ کے یہ معنے ہوں گے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ چمٹ جائے۔ ''علاقہ'' کا لفظ بھی اسی قسم کا ہے۔ ''مجھے اس سے علاقہ نہیں'' کے معنے ہوتے ہیں مجھے اس کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں یا مجھے اس کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں۔ تو مذہب کی بنیاد تعلق باللہ پر ہے اور محبتِ الٰہی پر ہے۔ اور مذہب کے تمام حِصص اِسی قسم کے ہیں جنہیں بندہ اور خدا تعالیٰ میں محبت پیدا کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ہر ایک انسان کی پہنچ میں نہیں ہوتیں اور بعض چیزیں ہر انسان کی پہنچ میں ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے باریک در باریک فیوض اور مخفی در مخفی فیضان پر ہر انسان کی پہنچ نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ تو ان کو جانتے ہی نہیں اور بہت سے لوگ جان کر اِن کو پہچاننے کے قابل نہیں ہوتے۔ پس جو چیزیں عام لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں وہی تمام بنی نوع انسان کے کام آ سکتی ہیں لیکن تعجب کی بات ہے کہ لوگ بالعموم ان چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور قریب ترین سامان جو ان کی نجات اور

بچاؤ کے موجب ہو سکتے ہیں انہیں بُھلا دیتے ہیں۔ اور ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو یا تو انہیں میسر ہی نہیں آسکتیں اور اگر میسر آ جائیں تو ان کے لیے بڑی جدوجہد اور بھاری قُربانی کرنی پڑتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو وہ چیز جو وہ تلاش کرتے ہیں انہیں ملتی ہے اور نہ وہ اُس چیز سے جو اُن کے ہاتھ میں ہوتی ہے کوئی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ بعض دفعہ ہم تسبیح کہتے ہیں تو ایک ہی دفعہ کی تسبیح میں ہمیں خدا تعالیٰ کا اس قدر قُرب حاصل ہو جاتا ہے کہ دوسرا انسان ہزاروں ہزار دفعہ ویسی تسبیح کر کے بھی اس سے اتنا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ میں اُس مجلس میں نہیں تھا کسی ہمارے ہم عمر نے یہ بات سن لی۔ وہ مجھے ملے تو انہوں نے تعجب سے کہا پتا نہیں اس میں کیا راز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معلوم نہیں کس تسبیح کا ذکر کیا ہے۔ اس نے مجھ سے ذکر کیا تو یہ بات فوراً میرے ذہن میں آ گئی کہ ایک تسبیح دل سے نکلتی ہے اور ایک تسبیح زبان سے نکلتی ہے۔ جب تسبیح دل سے نکلتی ہے تو یکدم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہے۔ اور جو تسبیح زبان سے نکلتی ہے وہ خواہ کوئی انسان ہزاروں دفعہ دُہرائے وہ وہیں کا وہیں بیٹھا رہتا ہے۔ میں نے اسے کہا میں سمجھ گیا ہوں۔ جو تسبیح دل سے نکلتی ہے اس کا اثر فوراً ظاہر ہو جاتا ہے اور جو صرف زبان سے نکلتی ہے اُس کا کوئی اثر پیدا نہیں ہوتا۔ وہ ہنس پڑے اور کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ آپ نے بھی کس طرح ایک اہم بات کو چٹکیوں میں اُڑا دیا۔

غرض جو چیز سہل الحصول ہو اسے لوگ چھوڑ دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی جنتر منتر مل جائے حالانکہ خدا تعالیٰ کے ملنے کے لیے کسی جنتر منتر کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان فطرتی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر انسان میں پائی جاتی ہیں۔ جس طرح لوگ اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی اور بھائی بہنوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں، جس طرح لوگ کسی کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں وہی طریق خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ہیں۔ تم اپنے اردگرد دیکھ لو کہ لوگ ایک دوسرے کے کس طرح دوست بنتے ہیں۔ دنیا میں وہ کونسا انسان ہے جس کا کوئی دوست نہیں، جس کا کوئی ساتھی نہیں، جس کا کوئی بے تکلف نہیں۔ آخر وہ کیسے دوست بن گئے؟ وہ کیسے بے تکلف بن گئے؟ جس طرح وہ بے تکلف بن جاتے ہیں اِسی طرح خدا تعالیٰ سے بھی تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ تمہیں بہت سی

چھوٹی چھوٹی چیزیں نظر آئیں گی جن سے کوئی شخص تمہارا دوست بن گیا تھا اور تم دوسروں کے دوست بن گئے تھے۔ تمہیں نظر آئے گا کہ مثلاً تم دونوں کسی جگہ اکٹھے رہے یا کسی اسکول میں یا ایک ہی کلاس میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور قریب رہنے سے آہستہ آہستہ تمہارے تعلقات بڑھتے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی خاص جہدوجہد کرنی پڑتی تم دونوں آپس میں دوست بن گئے یا تم دونوں ایک ہی گاؤں میں رہتے تھے اور صبح سویرے اکٹھے بیل لے کر کھیت میں جایا کرتے تھے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ تم دونوں میں دوستی ہوگئی اور اس میں کسی خاص جدوجہد کی ضرورت پیش نہ آئی۔ یہی حال خدا تعالیٰ کا بھی ہے۔ جب کوئی انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ اکٹھا رہتا ہے تو خدا اور اس کے درمیان دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں جاہل ہوں اس لیے مجھے ان ذرائع کا علم نہیں جن کے ذریعہ محبت الٰہی پیدا کی جاسکتی ہے۔ ہر جاہل سے جاہل اور ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کا بھی کوئی نہ کوئی دوست ہوتا ہے۔ آخر وہ دوست کیسے بن گیا؟ جس طرح وہ اس کا دوست بن گیا ہے اسی طرح وہ خدا تعالیٰ کا دوست بھی بن سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میرا کوئی دوست نہیں۔ صدمہ اور تکلیف کے وقت بعض دفعہ انسان کہہ دیا کرتا ہے کہ دنیا میں میرا کوئی دوست نہیں لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ اُس کا واقع میں کوئی دوست نہیں بلکہ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اُس کے دوست اِس قابل نہیں کہ اِس صدمہ میں اُس کی مدد کرسکیں۔ ویسے دوست ہوتے ضرور ہیں چاہے وہ اس جیسے بے کس اور بے بس ہوں۔

درحقیقت دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں جس نے دل لینے یا کسی کو اپنا دل دینے کا تجربہ نہ کیا ہو اور وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس کا کیا طریق ہے۔ ہر جاہل سے جاہل اور ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی جانتا ہے کہ دنیا میں کسی کو اپنا دل کیسے دیا جاتا ہے اور دوسرے کا دل کیسے لیا جاتا ہے۔ یہی چیز جو اس جگہ تجربہ میں آئی ہے خدا تعالیٰ کے لیے بھی استعمال کی جاسکتی ہے یا پھر یہ ہوسکتا ہے کہ کسی شخص نے ایک دوسرے شخص سے اتفاقاً کوئی نیکی کر دی اور یہ چیز اس کی دوستی کا موجب ہوگئی۔ مثلاً شریفُ الطبع لوگ ماں باپ سے محبت کرتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ماں دودھ پلاتی ہے اور بچہ اُس کا دودھ پیتا ہے اور بغیر سوچنے کے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ دودھ اُسے اُس کی ماں دے رہی ہے۔ اِسی طرح ایک لمبے عرصہ تک اسے دیکھنے کے بعد اس کے دل میں اس کی محبت

پیدا ہو جاتی ہے۔ یا کوئی استاد ہے ایک شخص اُس سے پڑھتا ہے اور آہستہ آہستہ اُسے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ استاد اس کی حالت اچھی بنا رہا ہے، اس کی بدولت وہ روزی کمانے لگ جائے گا اور دنیا میں وہ عزت حاصل کرے گا۔ اس کے بعد اس کے دل میں استاد کے لیے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یا پھر کسی چیز کے حسن اور اس کی ذاتی خوبی کی وجہ سے اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ غرض پاس رہنا یا حسن یا احسان آپ ہی آپ قلوب میں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں اور انسان کو کسی حسین محسن یا اپنے ساتھ رہنے والے سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ ہم میں سے ہر ایک کا تجربہ ہے۔

آدمیوں کو جانے دو جانوروں کو دیکھ لو۔ کُتا ہے، بلی ہے یا بعض لوگ خرگوش پالتے ہیں، طوطا اور مینا رکھتے ہیں۔ ان سب جانوروں کو اپنے پالنے والے سے محبت ہو جاتی ہے۔ وہ اس آدمی سے جو انہیں روٹی ڈالتا ہے یا جس کے پاس وہ رہتے ہیں پیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً بلی کو جگہ سے محبت ہوتی ہے گھر والے کہیں چلے جائیں تب بھی بلی اُس جگہ کو نہیں چھوڑے گی۔ کُتے کو اپنے مالک سے محبت ہوتی ہے مالک کہیں چلا جائے کُتا وہیں چلا جاتا ہے۔ طوطا اور مینا جو لوگ پالتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ انہیں اپنے پالنے والے سے کس قدر اُنس ہو جاتا ہے۔ انہیں خواہ پنجرے سے نکال بھی دیا جائے تب بھی وہ کہیں نہیں جائیں گے وہیں بیٹھے رہیں گے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ احسان کو متواتر دیکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ اس طرف لوگوں کو توجہ دلائی جائے لیکن انہیں اس طرف توجہ دلائی نہیں جاتی۔ ماں باپ سے ہر ایک انسان محبت کرتا ہے اس لیے کہ ان کی طرف آپ ہی آپ توجہ ہو جاتی ہے اور وہ خود بھی اسے یاد دلاتے رہتے ہیں کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ لیکن استادوں سے لوگوں کو بہت کم محبت ہوتی ہے اس لیے کہ وہ عام طور پر اپنے احسانات کو دہراتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ماں اور استاد سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ اس لیے وہاں توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس کی محبت پیدا کرنے اور اس کے قُرب کو حاصل کرنے کے لیے چیزیں وہی ہیں، گُر وہی ہیں لیکن ضرورت صرف توجہ کی ہے۔ بعض موٹی موٹی چیزیں ہیں جن پر لوگ عمل نہیں کرتے۔ اس لیے وہ قُربِ الٰہی سے محروم رہتے ہیں۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کھانا کھاؤ تو پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔ 1 اب کھانا شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ کہنے کے یہی معنے ہیں کہ یہ کھانا

مجھے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ کے لفظی معنے تو یہ ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ کھانا خدا تعالیٰ کا ہے۔ میرا کوئی حق نہ تھا کہ اسے کھاؤں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے ایسا کرنے کی اجازت دی ہے اور اس نے کہا ہے تم کھالو اس لیے میں کھا رہا ہوں۔ نہ گندم میری پیدا کی ہوئی ہے، نہ پانی میرا بنایا ہوا ہے، نہ نمک میرا بنایا ہوا ہے، نہ مرچ میری پیدا کی ہوئی ہے، نہ گوشت میرا پیدا کیا ہوا ہے، نہ ترکاریاں میں نے پیدا کی ہیں۔ یہ سب چیزیں میرے باپ دادا کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہیں۔ بڑے سے بڑے خاندان کا ذکر بھی سَو پُشتوں سے آگے نہیں جاتا لیکن گندم، پانی، ترکاری، گوشت، نمک، مرچ اور مونگ وغیرہ ہزار پُشتوں سے بھی پہلے سے موجود ہیں اور جب یہ سب اشیاء میری پیدائش بلکہ میرے باپ دادا کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہیں تو یہ میری تو نہیں ہوسکتیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ کے معنے ہی یہ ہیں کہ سب چیزیں خدا تعالیٰ کی ہیں لیکن اس نے ہمیں اجازت دی ہے کہ تم اسے کھالو اور ہم کھا رہے ہیں۔ گویا یہ اس بات کا اظہار اور اقرار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ چیزیں دے کر ہم پر احسان کیا ہے ورنہ ہم میں طاقت نہیں تھی کہ اسے خود مہیا کرسکتے۔ اسی طرح جب ہم پانی پیتے ہیں تو ہم غور کرتے ہیں کہ یہ پانی خدا تعالیٰ نے زمین کی تہوں میں رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار فرماتا ہے کہ اگر ہم اس پانی کو کھینچ لیں تو تم پانی کہاں سے لاؤ[2] اور یہ سچی بات ہے کہ ہم میں ایسی طاقت نہیں کہ پانی مہیا کرسکیں۔ یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے یہ سب ضروری اشیاء ہمیں مہیا کر دی ہیں۔ اگر تھوڑی دیر ہی میں ہمیں پانی نہ ملے تو ہمیں بڑی دقّت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن علاقوں میں پانی کی کمی ہے وہاں لوگ ایسی ایسی چیزیں پیتے ہیں جن کو ہمارے علاقہ میں پانی نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً سندھ اور بلوچستان کے بعض علاقے ہیں وہاں لوگ کیچڑ پیتے ہیں لیکن ہمارے ملک والے ایسا نہیں کرسکتے۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ انہیں کوئی مشکل پیش آجائے تو اس قسم کا پانی پی لیں ورنہ عام حالات میں ہمارے ہاں اسے پانی نہیں سمجھا جاتا۔ اب دیکھ لو یہ کتنا آسان سا ذریعہ ہے خدا تعالیٰ کے قُرب کے حاصل کرنے کا۔ لوگ کہتے ہیں ہمیں خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کے گُر بتاؤ۔ لیکن کتنے لوگ ہیں جو اس چھوٹی سی بات پر ہی عمل کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کھانے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔ اب اگر میں پوچھوں کہ تم میں سے کتنے لوگ اِس ہدایت پر عمل کرتے ہیں؟ تو شاید پانچ فیصدی لوگ کھڑے ہوں

حالانکہ واقعہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کو اسی طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جیسے دنیا میں دوسرے لوگوں کی محبت کو لوگ حاصل کر لیا کرتے ہیں، انہیں دوست بنا لیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کی محبت کو پیدا کرنے کے لیے کوئی خاص گُر نہیں ہوتے۔ دنیا میں لوگ ماں باپ سے محبت کرتے ہیں اور یہ محبت اسی لیے پیدا ہو جاتی ہے کہ ان کے احسانات بار باراس کے سامنے آتے ہیں ورنہ ماں باپ کی محبت کہیں باہر سے تو نہیں آتی۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ محبت کے بھرے ہوئے گھڑے باہر سے لائے جا رہے ہوں یہ محبت آپ ہی آپ پیدا ہو جاتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا 3 خدا نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ جو شخص اس پر احسان کرتا ہے اس کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ چاہے تم کوشش کرو یا نہ کرو یہ محبت خود بخود پیدا ہو جائے گی اس کے لیے کسی خاص جدوجہد اور کوئی خاص تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کبھی تم نے کوئی ایسا بچہ دیکھا ہے جو یہ پوچھے کہ ماں باپ کی محبت کس طرح پیدا کی جاتی ہے؟ جب تک کوئی بچہ جوان نہیں ہو جاتا اور اس کی بیوی اس کے ماں باپ کی محبت چھین نہیں لیتی وہ ماں باپ کا عاشق ہوتا ہے۔ اور ہر بچہ اور ہر بچی اپنے ماں باپ سے فطرتی طور پر محبت کرتی ہے نہ کبھی کسی نے اس کو پیدا کرنے کے لیے کوئی جدوجہد کی اور نہ کسی نے دوسروں سے اس بارہ میں مشورہ لیا۔ یہ محبت آپ ہی آپ پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے کسی خاص گُر کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی محبت پیدا کرنے کے بھی یہی طریق ہیں لیکن تم انہیں اختیار نہیں کرتے۔ تمہیں کون کہتا ہے کہ تم کھانا شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ نہ پڑھو۔ بات صرف یہ ہے کہ تمہیں توجہ دلانے والا کوئی نہیں۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے بچہ ماں باپ سے دور ہو، ماں باپ اُسے خرچ بھیج رہے ہوں لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خرچ میرے ماں باپ کی طرف سے آ رہا ہے۔ اس لیے اس نے دل میں ان کی محبت پیدا نہیں کی ہو گی۔ اسی طرح جب تم خدا تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے اور تم غور نہیں کرتے کہ تمہیں کھانا کون بھیج رہا ہے تو تم کہتے ہو کہ اچھا خدا ہے کہ اس نے تو ہماری کبھی خبر بھی نہیں لی۔ لیکن اگر کوئی یاد دلا دے کہ یہ کھانا اُسی نے دیا ہے، یہ پانی اُسی نے دیا ہے تو خود بخود اُس کی محبت تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے گی۔ قُربِ الٰہی کے حصول کا جو موٹا گُر ہے اسے تم چھوڑ دیتے ہو اور یہ پوچھتے ہو کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے کون سا گُر ہے

اور جانتے نہیں کہ وہ گُر موجود ہے لیکن تم اس سے کام نہیں لیتے۔ خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے وہی گُر ہیں جن سے تمہارے دلوں میں ماں باپ، بیوی بچے اور بہن بھائیوں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا قُرب اور اس کی محبت حاصل کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے آسان آسان چیزیں سکھائی ہیں۔ مثلاً یہ بات بھی اسلام نے سکھائی ہے کہ جب تم کھانا کھا چکو تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا کرو اور دوسری دفعہ خدا تعالیٰ کو یاد کر لیا کرو۔ جس طرح دنیا میں کوئی آدمی کسی دوسرے کو کھانا کھلائے تو کھانے سے فارغ ہو کر وہ کہتا ہے شکریہ۔ اسی طرح جب انسان کھانا کھا لیتا ہے تو وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا ہے۔ گویا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا خدا تعالیٰ کے احسان کا دوسری بار شکریہ ادا کرنا ہے۔ اگر کوئی انسان اس پر مداومت اختیار کرے تو آپ ہی آپ اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی لیکن افسوس کہ ہم ان راستوں کو اختیار نہیں کرتے۔

خدام الاحمدیہ کو خاص طور پر ان باتوں کی عادت ڈالنی چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ بچوں کو ابھی سے ان باتوں کی عادت ڈالی جائے۔ کسی زمانہ میں عیسائیوں میں یہ ہوتا تھا کہ ہر خاندان میں کھانا کھانے سے پہلے گریس 4(GRACE) کرتے تھے۔ جب خاندان کے تمام افراد کھانا کھانے لگتے تو ماں باپ دعائیہ فقرے کہتے۔ میرے دل میں کئی دفعہ خیال آیا ہے کہ اگر گھر کا بڑا آدمی روزانہ اسی طرح دعا کر لیا کرے تو گھر کے تمام افراد کو آپ ہی آپ یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ یہ کھانا ہمیں خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔

غرض جس طریق سے ماں باپ کی محبت پیدا ہوتی ہے اُسی طریق سے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ان ذرائع کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے۔ بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن ان کو اختیار کرنے سے انسان بڑے بڑے فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ کسی شخص کا ایک بھتیجا تھا۔ اس نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ اگر تم ہمارے گھر آؤ تو میں تمہیں اتنا بڑا لڈو کھلاؤں گا جس کے بنانے میں کئی ہزار لوگوں نے ہاتھ لگایا ہوگا۔ وہ لڑکا اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑا کہ مجھے میرے چچا کے ہاں بھیجو۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ لڈو عجیب قسم کا ہوگا جس کو کوئی ہزار لوگوں نے مل کر بنایا ہوگا۔ آخر وہ چچا کے پاس گیا۔ اس نے اپنے حسب وعدہ ایک لڈو لا کر دیا۔ وہ عام لڈوؤں کی طرح معمولی قسم کا تھا جو اس لڑکے نے کئی دفعہ دیکھا تھا اور کھایا بھی تھا۔ اس نے کہا کیا یہ وہی لڈو ہے جس کے کھلانے کا آپ نے

وعدہ کیا تھا؟ چچا نے کہا ہاں اور پھر اس نے بتانا شروع کیا کہ اس لڈو میں آٹا پڑا ہے، اتنے آدمیوں نے آٹا تیار کیا ہے اور پھر آٹا گندم کا بنا ہے جس کو اتنے زمینداروں نے کاشت کیا ہے، پھر جن بیلوں نے ہل چلایا تھا ان کے پالنے والوں کو گنو، پھر جو لوگ لوہا لائے اُن کو گنو، جو لکڑی لائے ان کو گنو، پھر لوہا کانوں سے نکلتا ہے کانوں میں جن لوگوں نے کام کیا ہے ان کو گنو، پھر وہ لوہا ریلوں اور گڈوں پر لایا گیا اس کے لانے والوں کو گنو تو یہ ہزاروں آدمی بن جاتے ہیں جنہوں نے اس لڈو کے بنانے میں حصہ لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بظاہر دنیا کی ایک ایک چیز ہمیں معمولی نظر آتی ہے لیکن جب غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بنانے میں ہزاروں لوگوں نے حصہ لیا ہے اور وہ دنیا کا ایک طلسم ہیں۔

غرض توجہ نہ کرنے کی وجہ سے خداتعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے ہزاروں مواقع ہم اپنے ہاتھوں سے کھو دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی نمازِ جنازہ میں شامل ہوتا ہے اسے ایک قیراط کا ثواب ہوتا ہے اور جو جنازہ ادا کرنے کے بعد میت کے ساتھ قبرستان تک جاتا ہے میت کے دفن ہونے تک وہیں رہتا ہے اُسے دو قیراط کا ثواب ہوتا ہے اور یہ قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی کسی جنازہ میں شامل ہوئے۔ جب نمازِ جنازہ پڑھ چکے اور قبرستان کی طرف چلے تو ان کے ساتھی نے کہا اب واپس چلیں اور کوئی اَور کام کریں۔ انہوں نے جواب دیا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی کی نمازِ جنازہ میں شامل ہوتا ہے تو اسے ایک قیراط کے برابر ثواب ہوتا ہے اور جو جنازہ کے بعد میت کے ساتھ قبرستان تک جاتا ہے اور میت کے دفن ہونے تک وہیں ٹھہرتا ہے اسے دو قیراط کے برابر ثواب ہوتا ہے اور قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔5 ان کے ساتھی نے کہا آپ اچھے دوست ہیں آپ نے پہلے یہ مسئلہ بتایا ہی نہیں۔ معلوم نہیں اب تک ہم نے کتنے قیراط ثواب ضائع کر دیا ہے۔

اب دیکھو! بعض دفعہ ایک بات چھوٹی سی ہوتی ہے لیکن اس کے نتائج نہایت اہم ہوتے ہیں۔ دنیا میں جتنی اہم چیزیں ہوتی ہیں ان کے حصول کے ذرائع انسان کے قریب رکھے جاتے ہیں ورنہ ان کا حصول انسان کے لیے مشکل ہو جاتا لیکن لوگ ان ذرائع کو چھوڑ دیتے ہیں اور کسی اَور گُر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگ اس گُر کو بھلا دیتے ہیں جس سے خداتعالیٰ کی محبت حاصل ہو سکے اور وہ نہیں جانتے کہ خداتعالیٰ کی محبت انہی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ اور انہیں چھوڑ کر ہم اس کی

محبت کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ امیروں اور فقیروں سے خدا تعالیٰ کی محبت کے گُر پوچھتے پھرتے ہیں۔ ''بغل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈورا''6۔　　(الفضل 10 جولائی 1951ء)

1: بخاری کتاب الاطعمة باب التسمية على الطعام و الاكل باليمين

2: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (الملک: 31)

3: کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال۔ جلد 16 صفحہ 48۔ حدیث نمبر 44095 بیروت لبنان 1998ء

4: گریس: (Grace) عیسائی عقیدہ کے مطابق غیر محدود خدائی فضل اور مدد مانگنے کی دعا۔ (The Concise Oxford Dictionary)

5: بخاری کتاب الجنائز باب من انتظر حتّٰی تُدْفَنَ

6: **بغل میں بچہ (لڑکا) شہر میں ڈھنڈورا (ڈُھنڈیا)** کہاوت: چیز تو پاس ہے اور دنیا بھر میں اس کی تلاش ہو رہی ہے۔ (اردو لغت تاریخی اصول پر جلد 2 صفحہ 1176 کراچی 1979ء)